6 نوآبادیات اور شہر
ایک شاہی دارالسلطنت کا قصہ

نوآبادیاتی حکومت میں شہروں پر کیا گزری؟

آپ نے دیکھا کہ برطانوی حکومت کے قائم ہو جانے کے بعد دیہاتوں میں زندگی کیسے تبدیل ہو گئی۔ اس دوران شہروں پر کیا گزری؟ اس کا جواب زیر بحث شہر یا قصبے پر منحصر ہوگا۔ مدورئی جیسے مندروں کے شہر کی تاریخ، ڈھاکہ جیسے صنعتی شہر یا سورت جیسے بندرگاہ یا ان قصبات جیسی نہیں ہو سکتی جو دوسرے مقاصد کی بھی تکمیل کر رہے تھے۔

مغربی دنیا کے اکثر حصوں میں جدید شہر صنعتی ترقی کی بنا پر وجود میں آئے۔ برطانیہ میں لیڈز اور مانچسٹر جیسے صنعتی شہر، انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ روزگار کے مواقع، رہائش کی سہولتوں اور دیگر اشیائے ضروریات کی فراہمی کی بنا پر تیزی سے بڑھے۔ لیکن مغربی یوروپ

شکل 1 – مچھلی پٹنم کا ایک منظر، 1672

مچھلی پٹنم سترھویں صدی کا ایک اہم ترقی یافتہ بندرگاہ تھا۔ اٹھارھویں صدی کے آخر تک اس کی اہمیت کم ہو گئی کیوں کہ تجارت بمبئی، کلکتہ اور مدراس کے برطانوی بندرگاہوں میں منتقل ہو گئی تھی۔

کی طرح ہندوستانی شہر انیسویں صدی میں اس قدر تیزی سے نہیں بڑھ سکے۔ ایسا کیوں ہوا؟

اٹھارھویں صدی کے آخر تک کلکتہ، بمبئی اور مدراس نے پریزیڈنسی شہر ہونے کی وجہ سے خاصی اہمیت حاصل کر لی۔ یہ ہندوستان کے الگ الگ حصوں میں برطانوی طاقت کے مراکز تھے۔ اس دور میں کئی چھوٹے شہروں کو زوال آیا۔ بہت سے شہروں پر اس لیے زوال آیا کہ وہاں جن معیاری اشیا کی پیداوار ہوتی تھی ان کی مانگ کم ہوگئی۔ قدیم تجارتی مراکز اور بندرگاہ تجارتی دھارے کے نئے مراکز کی طرف رخ کر لینے کے بعد باقی نہیں رہ سکے۔ ایسے ہی علاقائی حکمرانی کے مراکز برطانوی اقتدار سے شکست کھانے کے بعد زوال کا شکار ہو گئے اور ان کی جگہ نئے انتظامی مراکز وجود میں آئے۔ اس عمل کو

پریزیڈنسی– نوآبادکار ہندوستان انتظامی حیثیت سے تین پریسیڈنسیوں میں منقسم تھا (بمبئی، مدراس اور بنگال)۔ یہ شہر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی فیکٹریوں (تجارتی مراکز) کی وجہ سے، جو سورت، مدراس اور کلکتہ میں واقع تھیں، ترقی کرتے گئے۔

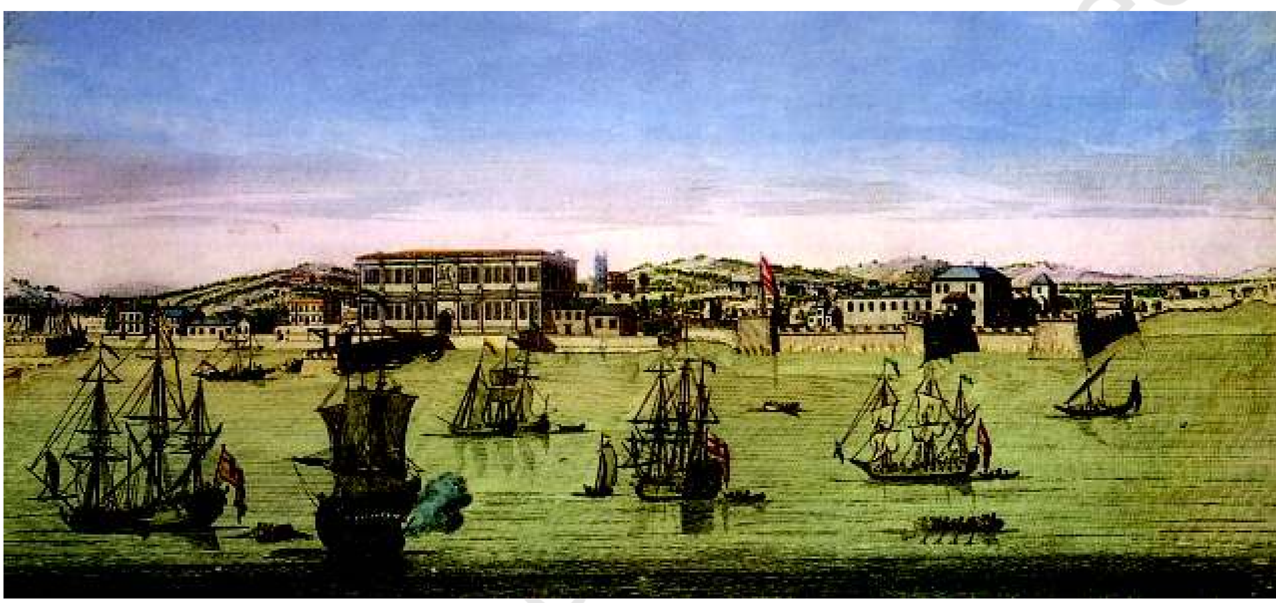

شکل 2 – بمبئی کا بندرگاہ
اٹھارہویں صدی میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے بمبئی شہر کو مغربی ہندوستان کی بنیادی بندرگاہ قرار دیا تو وہ بڑھنا شروع ہوگیا۔

غیر شہریانے (De-urbanisation) کا عمل کہا گیا۔ مچھلی پٹنم، سورت اور سرنگا پٹم جیسے شہر انیسویں صدی میں شہر کی حیثیت سے باقی نہیں رہے۔ بیسویں صدی کے اوائل تک صرف 11 فی صد ہندوستانی شہروں میں رہتے تھے۔

دہلی کا تاریخی سامراجی شہر انیسویں صدی میں ایک گرد آلود صوبائی شہر بن کر رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ 1912 میں اسے برطانوی ہندوستان کا دارالسلطنت قرار دینے کے بعد پھر سے تعمیر کیا گیا۔ آیئے دہلی شہر کی تاریخ کا مطالعہ کریں کہ نوآبادیاتی حکومت میں اس کے اوپر کیا گزری؟

شہریانا– لوگوں کا زیادہ سے زیادہ قصبوں اور شہروں میں سکونت اختیار کرنے کا تدریجی عمل

دَرگاہ – صوفی کا مقبرہ
خانقاہ – صوفی کی رہائش گاہ۔
اس کا استعمال اکثر مسافروں کے لیے مہمان خانہ کے طور پر ہوتا تھا، لوگ یہاں روحانی گفتگو کرنے آتے تھے، صوفیوں کی دعائیں حاصل کرتے تھے اور صوفیوں کی موسیقی سے بھی لطف اندوز ہوتے تھے۔
عیدگاہ – کھلی ہوئی میدانی مسجد جو خصوصی طور پر عید کی نماز کے لیے مختص ہوتی ہے
کل دی سیک – ایک کنارے پر بند راستہ

نئی دہلی سے پہلے کتنی 'دہلیاں'؟

آپ دہلی کو جدید ہندوستان کے دارالحکومت کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مختصر وقفوں کو چھوڑ کر یہ شہر ایک ہزار سال سے زیادہ تک ملک کا دارالحکومت رہا ہے؟ دریائے جمنا کے بائیں کنارے تقریباً 60 مربع میل کے چھوٹے سے رقبہ میں دارالحکومت کی حیثیت سے کم از کم چودہ مرتبہ اس کی دارالسلطنت کی حیثیت سے تعمیر ہوئی ہے۔ جدید دہلی کی سیاحت کے دوران دوسری قدیم دارالحکومتوں کی باقیات دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے اہم دارالحکومتی شہر وہ ہیں جو بارھویں اور سترھویں صدی کے درمیان تعمیر کیے گئے تھے۔

سب سے شاندار وہ دارالحکومت تھا جسے شاہ جہاں نے تعمیر کروایا تھا۔ شاہ جہاں آباد کی تعمیر 1639 میں شروع ہوئی اور یہ قلعہ، محل کی کثیر تعمیرات اور اس سے متصل ایک شہر پر مشتمل تھا۔ سنگ سرخ سے تعمیر کیے گئے لال قلعہ کے اندر محلات تھے اور قلعے کے مغرب

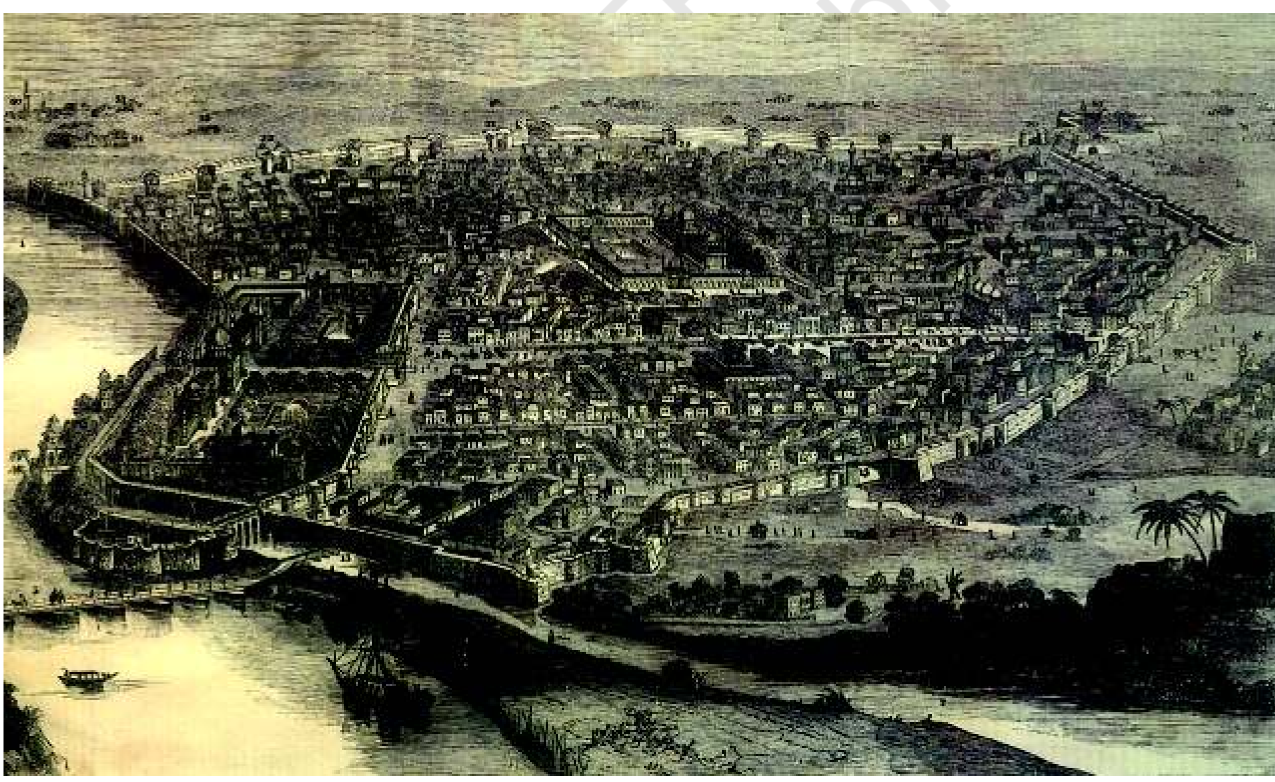

شکل 3 – انیسویں صدی عیسوی کے وسط کا شاہجہاں آباد (دی السٹریٹڈ لندن نیوز، 16 جنوری 1858)
آپ لال قلعہ کو بائیں طرف سے دیکھ سکتے ہیں۔ شہر کے گرد کی چہار دیواری ملاحظہ کیجیے۔ اس کے بیچ سے چاندنی چوک کی سڑک گزرتی ہے۔ لال قلعہ سے قریب ہی دریائے جمنا بہہ رہا ہے۔ آج کل اس نے جگہ بدل دی ہے۔ جس مقام پر کشتی کنارے لگنے والی ہے دریا گنج کہلاتا ہے (دریا بمعنی ندی، گنج بمعنی بازار)

میں فصیل بند شہر تھا جس میں چودہ دروازے تھے۔ چاندنی چوک اور فیض بازار کی سڑک اتنی چوڑی تھی کہ اس سے شاہی جلوس گزر سکے۔ چاندنی چوک کے وسط میں ایک نہر بہتی تھی۔

کثیر آبادی والے پرمحلوں اور درجنوں بازاروں کے درمیان واقع جامع مسجد ہندوستان کی سب سے بڑی اور عظیم الشان مسجدوں میں سے ایک ہے۔ اس وقت شہر میں اس مسجد سے زیادہ بلند مقام کوئی اور نہیں تھا۔

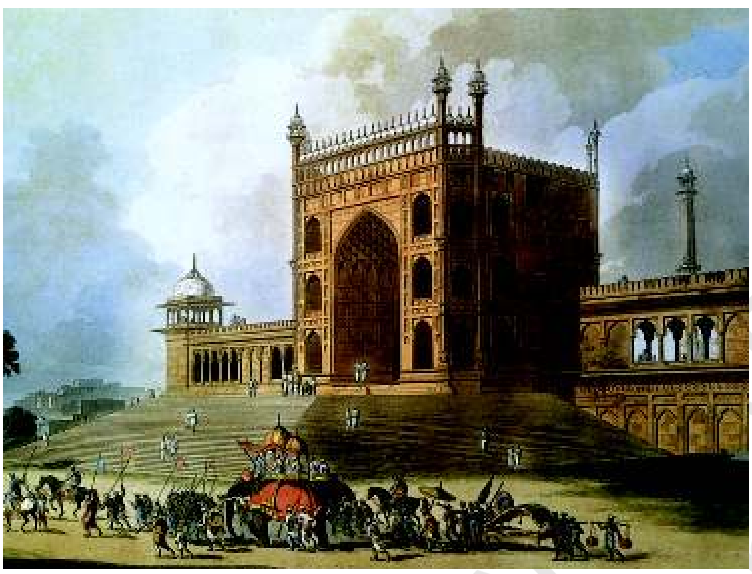

شکل 4 – جامع مسجد دھلی کا مشرقی دروازہ، مصور– ٹامس ڈینیل، 1795

یہ ہندوستان کی میناروں اور مکمل گنبدوں والی پہلی مسجد بھی ہے۔

شاہ جہاں کے عہد میں دہلی صوفیوں کا بھی ایک اہم مرکز تھی۔ یہاں بہت سی درگاہیں، خانقاہیں اور عیدگاہیں تھیں۔ وسیع چوراہے، پرپیچ اور ایک طرف سے بلند گلیاں اور پانی سے پُر نہریں دہلی کے رہنے والوں کی شان تھے۔ کوئی تعجب کی بات نہ تھی جب میر تقی میؔر نے کہا تھا۔

ع ''دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے''

لیکن اس کے باوجود یہ کوئی مثالی شہر نہیں تھا۔ چند ہی لوگ اس کی مسرتوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ امیروں اور غریبوں کے درمیان بہت زیادہ فرق تھا۔ حویلیوں یا محلات کے اطراف غریبوں کے مٹی کے کچے مکانات اس سے زیادہ تعداد میں پھیلے ہوئے تھے۔ شاعری کی رنگینیوں اور رقص و سرود کی محفلوں سے صرف مرد لطف اٹھاتے تھے۔ مزید براں تقریبات اور جلوس کا نتیجہ اکثر زبردست تصادم کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا۔

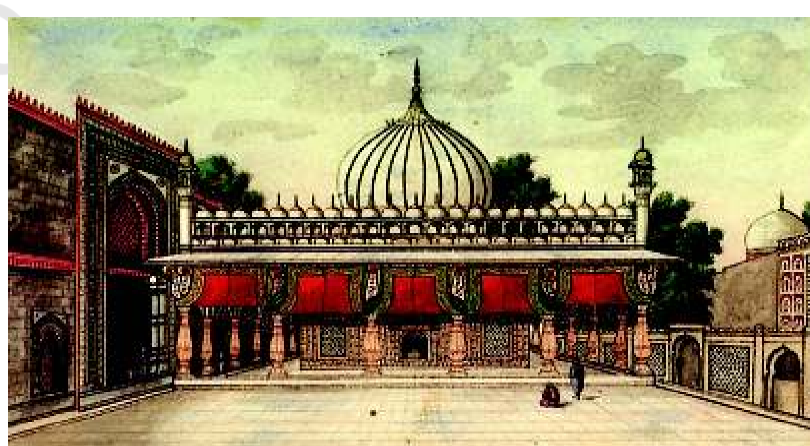

شکل 5 – دھلی میں نظام الدین اولیا کی درگاہ

نئی دہلی کی تعمیر

1803 میں مراٹھوں کو شکست دے کر انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ چوں کہ اس وقت برطانوی ہندوستان کا دارالحکومت کلکتہ تھا اس لیے مغل شہنشاہ کو لال قلعے کے محلات میں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ وہ نئی دہلی جسے ہم آج جانتے ہیں 1911 کے بعد اس وقت وجود میں آئی جب اسے برطانوی ہندوستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔

ماضی کا انہدام

1857 سے پہلے دہلی کی ترقی دوسرے نوآبادیاتی شہروں سے الگ نوعیت کی تھی۔ مدراس، بمبئی اور کلکتہ میں ہندوستانیوں اور انگریزوں کی رہائش گاہیں ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوا کرتی تھیں۔ ہندوستانی ''کالے علاقے'' میں رہتے تھے جب کہ انگریز بہتر طریقے سے تعمیر کردہ ''سفید علاقے'' میں۔ انیسویں صدی کے نصف اول میں انگریز مالدار ہندوستانیوں کے ساتھ فصیل بند شہر ہی میں رہتے تھے۔ وہ اردو، فارسی تہذیب اور شاعری کا لطف لیتے تھے اور مقامی میلوں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔

1792 میں دہلی کالج کے قیام نے علم کی توسیع کا کارنامہ انجام دیا جس کی وجہ سے اردو زبان میں سائنس اور انسانی علوم کی ترقی ہوئی۔ خاص طور سے اردو زبان میں ترقی ہوئی اکثر لوگ تو 1830 سے 1857 تک کے دور کو دہلی کے **نشاۃ ثانیہ** کا دور قرار دیتے ہیں۔

ماخذ 1

''دلّی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب''

1739 میں دہلی نادر شاہ کے ذریعہ لوٹی گئی اور اس وقت تک کئی بار تباہ کی جا چکی تھی۔ تباہی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والوں کا غم اٹھارھویں صدی کے اردو شاعر میر تقی میرؔ نے یوں بیان کیا

دلّی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے
اس کو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہیں اسی اُجڑے دیار کے

شکل 6 – برطانوی فوجیں دھلی کی گلیوں میں باغیوں کو قتل کر کے اپنا بدلہ لیتے ہوئے

گل فروشاں – پھولوں کا ایک میلہ
نشاۃ ثانیہ – علوم وفنون کی دوبارہ پیدائش
اصطلاح میں یہ اس دور کو کہتے ہیں جس میں زبردست تخلیقی کارنامے انجام دیے جاتے ہیں

1857 کے بعد سب کچھ بدل گیا۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ اس سال بغاوت کے دوران باغی شہر میں جمع ہوئے اور بہادر شاہ کو اس بغاوت کی رہنمائی پر آمادہ کیا۔ دہلی چار ماہ تک باغیوں کے قبضے میں رہی۔

جب انگریزوں نے شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو انتقام اور تباہ کاری کا ایک خوفناک دور شروع ہوا۔ اردو کے مشہور شاعر غالبؔ نے اپنی آنکھوں سے ان واقعات کا مشاہدہ کیا۔ انھوں نے 1857 کی تباہی پر لکھا: ''جب یہ شیر (انگریز) شہروں میں داخل ہوئے تو مجبوروں کو قتل کرنا .... اور مکانات کو جلانا شروع کر دیا۔ مرد اور عورت، عوام وخواص گروہ در گروہ دہلی کے تین دروازوں سے فرار ہو کر شہر سے باہر ادنیٰ ذات والوں کے یہاں اور مقبروں میں پناہ لینے لگے۔'' دوسری بغاوت کے اندیشے سے انگریزوں نے بہادر شاہ کو برما (اب میانمار) کو بھیج دیا، ان کا دربار برخاست کر دیا، بہت سے محلات کو زمیں بوس کر دیا، باغات بند کر دیے اور ان کی جگہ فوجیوں کے لیے بیرک بنا دیے۔

انگریز دہلی سے مغلوں کے ماضی کو کھرچ پھینکنا چاہتے تھے۔ قلعے کے آس پاس کا علاقہ مکمل طور سے باغوں، کھیل کے میدانوں اور مسجدوں سے پاک کر دیا گیا (اگرچہ مندروں کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا)۔ انگریز تحفظ کے نقطۂ نظر سے میدان کھلا رکھنا چاہتے تھے۔ مسجدوں کو خاص طور پر یا تو تباہ کر دیا یا اسے دوسرے کاموں میں استعمال کیا جانے لگا۔ مثال کے طور پر زینت المساجد کو بیکری میں تبدیل کر دیا گیا۔ جامع مسجد میں پانچ سال تک نماز نہیں ادا کرنے دی گئی۔ ایک تہائی شہر مسمار کر دیا گیا اور یہاں بہنے والی نہریں پاٹ دی گئیں۔

ماخذ 2

''کبھی اس نام کا ایک شہر تھا''

غالبؔ نے تبدیلی کی صورت حال کا ماتم اور ماضی کے بارے میں اپنے افسوس کا اظہار یوں کیا ہے:

میں کیا لکھ سکتا ہوں؟ دہلی کی زندگی کا انحصار تو قلعہ، چاندنی چوک، جمنا پل کے مجمعوں اور گل فروشاں کے سالانہ میلوں پر موقوف تھا۔ جب یہ سب باقی نہ رہے تو دہلی کیسے زندہ رہ سکتی ہے؟ ہاں کبھی ہندوستان کی وسعتوں میں اس نام کا ایک شہر تھا۔

شکل 7 – جامع مسجد سے نظر آنے والا منظر

مصور: فیلس بیٹو، 59-1858

مسجد کے اطراف کے مکانات کو دیکھیے۔ انھیں 1857 کے ہنگامہ کے بعد صاف کر دیا گیا تھا۔

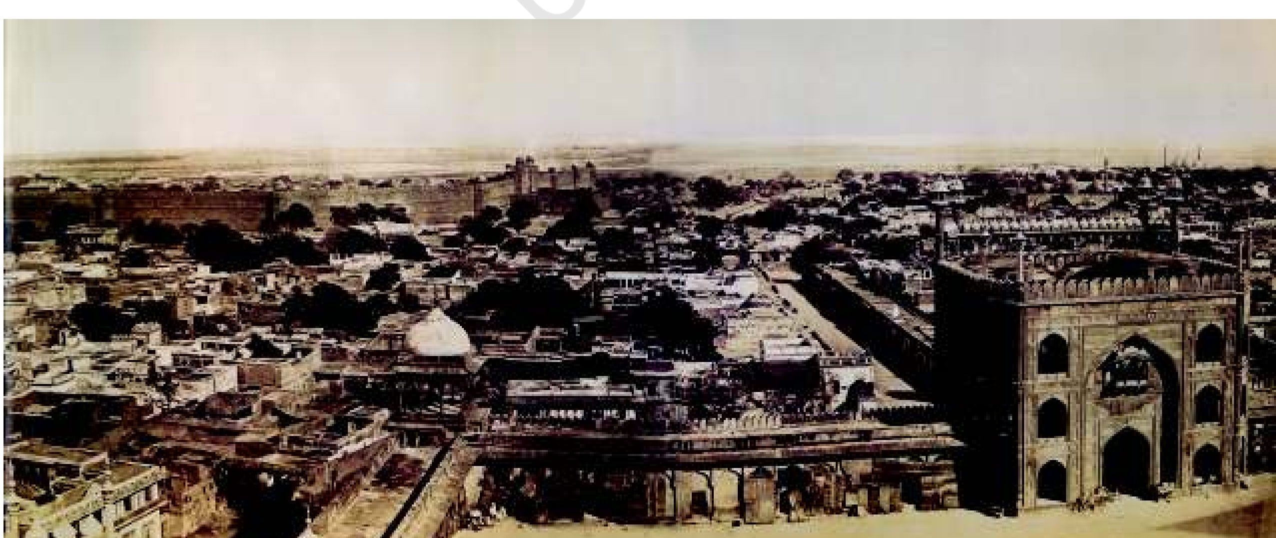

سرگرمی

شکل 7 اور شکل 8 کا مقابلہ کیجیے۔
تصویر کے بدلے ہوئے مناظر نے اس علاقہ کے رہنے والوں پر کیا اثر مرتب کیا ہوگا، اس پر ایک پیراگراف لکھیے۔

شکل 8– اطراف کی عمارتوں کے انہدام کے بعد جامع مسجد سے نظر آنے والا منظر

1870 میں شاہجہاں آباد کی مغربی دیوار توڑ دی گئی تاکہ ریل لائی جائے اور فصیل سے باہر شہر میں توسیع ہو سکے۔ اب انگریز حصار بند شہر میں رہنے والے ہندوستانیوں سے الگ شہر کے شمال میں ایک نو آباد سول لائنس میں رہنے لگے۔ دہلی کالج کو ایک اسکول میں تبدیل کر دیا گیا اور بالآخر 1877 میں اسے بھی بند کر دیا گیا۔

ایک نئے دارالحکومت کی تیاری

انگریز دہلی کی علامتی اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔ 1857 کی بغاوت کے بعد یہاں کئی قابل دید پروگراموں کا انعقاد کیا گیا۔ 1877 میں وائسرائے لِٹّن نے ملکہ وکٹوریہ کو ہندوستان کی ملکہ کے بطور قبول کیے جانے کے لیے ایک دربار منعقد کیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت کلکتہ دارالحکومت تھا لیکن یہ دربار دہلی میں منعقد کیا گیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ یہ اس لیے کیا گیا کہ بغاوت کے دوران برطانیہ نے محسوس کر لیا تھا کہ لوگوں کے نزدیک مغل شہنشاہ کی اب بھی اہمیت ہے اور وہ اب بھی اس کو اپنا لیڈر تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے یہ بات بہت اہم تھی کہ اس شہر میں جہاں سے مغل شہنشاہوں نے حکومت کی تھی اور جو 1857 کی بغاوت کا سب سے بڑا مرکز تھا، برطانوی طاقت کا انتہائی شان وشوکت کے ساتھ مظاہرہ کیا جائے۔

شکل 9– 12 دسمبر 1911 کو جارج پنجم کا دربار تاج پوشی
ایک لاکھ سے زیادہ ہندوستانی شہزادے، برطانوی افسران اور سپاہی دربار میں جمع ہوئے۔

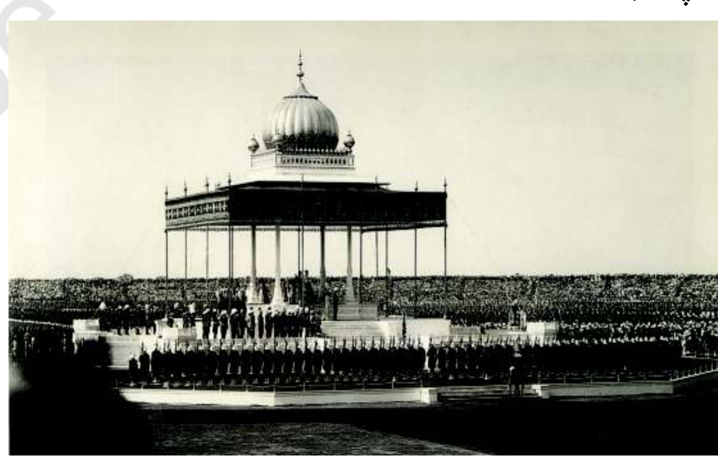

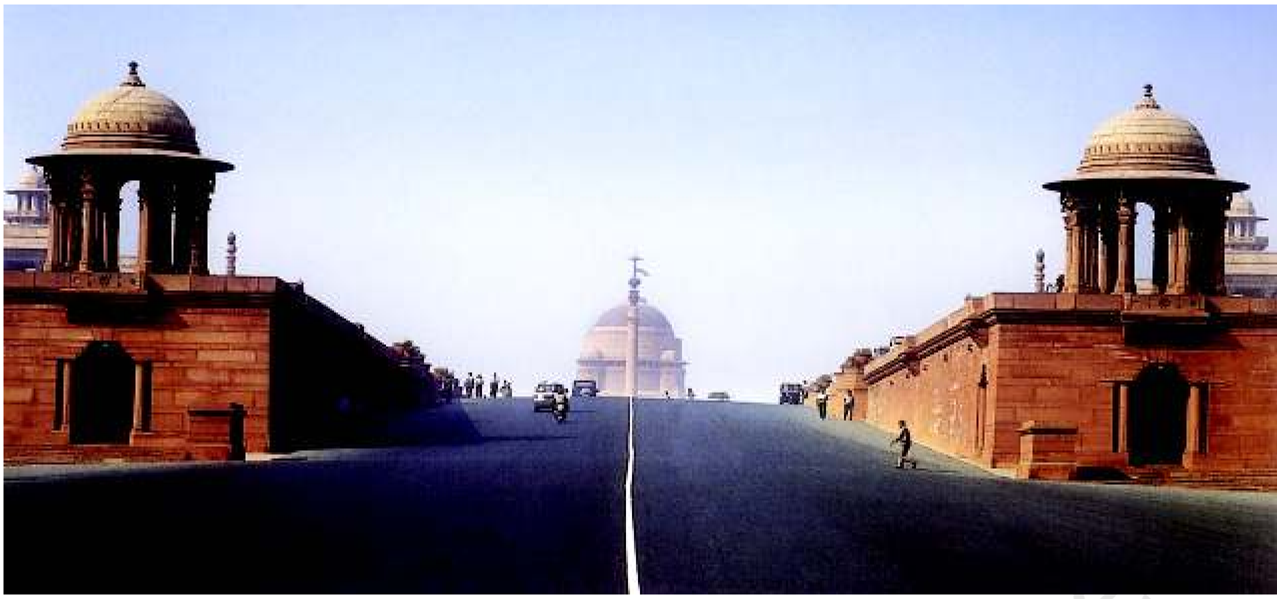

شکل 10 – رائے سینا پہاڑی پر واقع وائسرائے کا محل (راشٹرپتی بھون)

1911 میں جب بادشاہ جارج پنجم کی برطانیہ میں تاج پوشی ہوئی تو اس کا جشن منانے کے لیے دہلی میں بھی دربار منعقد کیا گیا۔ دارالحکومت کو کلکتہ سے دہلی منتقل کرنے کا اعلان اسی دربار میں کیا گیا۔

موجودہ شہر کے جنوب میں رائے سینا پہاڑی پر دس مربع میل کے رقبہ میں نئی دہلی شہر کی تعمیر ہوئی۔ نئی دہلی شہر اور اس کی تعمیرات کا ڈیزائن تیار کرنے کے لیے دو معماروں ایڈورڈ لوٹین اور ہربرٹ بیکر کو دعوت دی گئی۔ نئی دہلی میں گورنمنٹ کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ وائسرائے کے محل (اب راشٹر پتی بھون) کے سامنے کنگس وے (اب راج پتھ) کے نام سے دو میل لمبی ایک شاہ راہ بنائی گئی جس کے دونوں جانب سکریٹریٹ کی عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ حکومت کی ان عمارتوں کے خدو خال ہندوستانی شہنشاہیت کے مختلف ادوار سے مستعار لیے گیے لیکن مجموعی طور پر یہ یونان (پانچویں صدی قبل مسیح) کی کلاسیکیت کی مظہر تھیں۔ مثال کے طور پر وائسرائے کے محل کا گنبد سانچی کے بدھ استوپ کی نقل ہے اور سنگ سرخ کی عمارات اور جالیوں کی نقاشی مغل طرز تعمیر کا نمونہ ہیں۔ لیکن چوں کہ ان نئی عمارتوں کا مقصد شان وشوکت کا اظہار تھا اس لیے اس کے معمار نے اس بات کو یقینی بنایا کہ وائسرائے کا محل شاہجہانی جامع مسجد سے زیادہ بلند رہے۔

اس کو کیسے کیا جائے؟

سرگرمی

تصور کیجیے کہ آپ رائے سینا کی پہاڑی پر راشٹر پتی بھون کی طرف نگاہ جمائے ہوئے محوخرام ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ بیکر یہ سمجھنے میں حق بجانب تھا کہ یہ عمارتیں لوگوں میں برطانوی قوت کا رعب پیدا کریں گی۔

نئی دہلی کی تعمیر میں 20 سال لگے۔ خیال یہ تھا کہ نئی دہلی کو شاہجہاں آباد کے بالکل برعکس ہونا چاہیے۔ نہ تو یہاں بھیڑ بھاڑ والے محلے ہوں نہ تنگ گلیاں۔ نئی دہلی میں چوڑی اور سیدھی سڑکیں ہوں جن کے دونوں طرف ایک قطار میں چہار دیواریوں کے وسط میں شاندار مکانات بنتے چلے جائیں۔ اس کے معمار چاہتے تھے کہ پرانی دہلی کی بے ترتیب بھیڑ بھاڑ کے مقابلہ میں نئی دہلی نظم وضبط کا ایک نمونہ ہو۔ نئے شہر کو صاف ستھرا اور صحت بخش بھی ہونا چاہیے۔ انگریز بھیڑ بھاڑ والی جگہوں کو غیر صحت بخش اور بیماریوں کا گھر سمجھتے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پرانی دہلی کے مقابلہ میں نئی دہلی میں پانی کی بہتر ترسیل ہو اور نالیوں کا نظام اور گندے پانی کے نکاس کا بہتر انتظام ہو۔ اسے سرسبز درختوں اور پارکوں سے آراستہ ہونا چاہیے تاکہ تازہ ہوا اور مناسب مقدار میں آکسیجن کے حصول کو یقینی بنایا جاسکے۔

ماخذ 3

نئی دہلی کا تصور

وائسرائے ہارڈنگ نے دارالسلطنت کے لیے دہلی کو منتخب کرنے کی درج ذیل توجیہ کی:

> یہ تبدیلی ہندوستانی عوام کے تصور پر ایک ضرب لگائے گی .... اور سبھی لوگ برطانیہ کے ہندوستان پر حکومت کرنے کے ایک غیر متزلزل عزم کے اظہار پر محمول کریں گے۔

اس کے معمار ہربرٹ بیکر کو یقین تھا کہ:

> نیا دارالسلطنت ایک اچھی حکومت اور اتحاد کے لیے ایک تعمیری شاہکار ہوگا جو تاریخ میں پہلی بار برطانوی حکومت کے تحت اسے حاصل ہوگا۔ انگریزی حکومت صرف تہذیب اور حکمرانی کا ایک غلاف نہیں ہوگی، یہ ایک نئی تہذیب کی ابتدا ہوگی جو مشرق اور مغرب کے بہترین عناصر کا مرکب ہوگی........ دہلی کی یہ تعمیری عظمت اس کا ثبوت فراہم کرتی ہے (2 اکتوبر 1912)

تقسیم کے وقت کی زندگی

1947 میں ہندوستان کی تقسیم سے نئی سرحدوں کے دونوں جانب بڑی تعداد میں لوگوں کی منتقلی عمل میں آئی۔ اس کے نتیجے میں دہلی کی آبادی بہت پھیل گئی، لوگوں کے پیشے تبدیل ہوگئے اور شہر کی تہذیب بھی بالکل بدل گئی۔

سرگرمی

کیا آپ اس باب میں سے دو ایسے اسباب تلاش کر سکتے ہیں جو اس بات کی نشان دہی کریں کہ دارالحکومت کے بارے میں دوسرے طرز فکر بھی تھے؟

آزادی اور تقسیم کے فوراً بعد زبردست فسادات شروع ہو گئے۔ دہلی میں ہزاروں افراد مار ڈالے گئے اور ان کے گھروں کو لوٹ کر جلا دیا گیا۔ مسلمانوں کے گروہ کے گروہ جب پاکستان روانہ ہوئے تو ان کی جگہ پاکستان سے آنے والے سکھوں اور ہندو پناہ گزینوں نے لے لی۔ یہ پناہ گزین شاہجہاں آباد کی گلیوں میں خالی مکانات پر قبضہ کرنے کے لیے گھومتے رہتے تھے۔ کئی مواقع پر تو انھوں نے مسلمانوں کو اپنی جائداد چھوڑنے یا فروخت کر دینے پر مجبور کر دیا۔ دہلی کی دو تہائی مسلم آبادی ہجرت کر گئی، اور تقریباً چوالیس ہزار (44000) مکانات خالی ہو گئے۔ خوف زدہ مسلمان عارضی کیمپوں میں منتقل ہو گئے یہاں تک کہ انھوں نے پاکستان ہجرت کر لی۔

دہلی اس وقت پناہ گزینوں کا شہر بن چکا تھا۔ دہلی کی آبادی میں پانچ لاکھ افراد کا اضافہ ہو چکا تھا (جو 1951 میں آٹھ لاکھ سے اوپر پہنچ گیا)۔ ان میں سے زیادہ تر مہاجر پنجاب سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ نئے مکانات کی تعمیر کی امید میں کیمپوں، اسکولوں، فوج کے بیرکوں اور باغوں میں پناہ گزیں تھے۔ کچھ لوگ خالی مکانات پر قبضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور کچھ کو مہاجرین کی کالونی میں بسایا گیا۔ لاجپت نگر اور تلک نگر جیسی نئی رہائش گاہیں اسی وقت وجود میں آئیں۔ مہاجرین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوکانیں اور اسٹال کھولے گئے اور اسکول اور کالج بھی قائم کیے گئے۔

پناہ گزینوں کے پیشے اور ان کی صلاحیتیں ان لوگوں کے مقابلے میں جن کی جگہ انھوں نے لی تھی بالکل الگ تھیں۔ پاکستان جانے والے مسلمانوں کی اکثریت دست کاروں، چھوٹے تاجروں اور مزدوروں پر مشتمل تھی۔ دہلی پہنچنے والے نئے مہاجرین دیہاتوں کے زمیندار، وکلا، اساتذہ، تاجر اور چھوٹے دوکاندار تھے۔ تقسیم ملک نے ان کی زندگیوں اور معاش کے طریقوں کو بدل دیا تھا۔ انھیں نئے پیشے جیسے پھیری والے، اشیا کی تقسیم کاری، بڑھئی کا پیشہ اور لوہار کے کام اختیار کرنے پڑے۔ لیکن ان میں سے بیشتر ان نئے پیشوں کی برکت سے مالا مال ہو گئے۔

شکل 11– تقسیم کے بعد ہزاروں افراد دھلی کے پناہ گزیں کیمپوں میں ٹھرے۔

پنجاب سے مہاجروں کی کثیر تعداد کی آمد سے دہلی کا سماجی ڈھانچہ

بدل گیا۔اردو زبان پر مبنی ایک شہری تہذیب غذا،لباس اورفنون لطیفہ کے نئے مذاق اور احساسات، کھانوں،لباس اورفنون کے نیچے دب گئے۔

پرانے شہر کے اندر

اس عرصے میں پرانے شہرشا ہجہاں آباد پر کیا گزری؟ مغلوں کی دہلی کی مشہور نہریں نہ صرف پینے کے لیےتازہ پانی فراہم کرتی تھیں بلکہ دوسری خانگی ضروریات کوبھی پورا کرتی تھیں۔ پانی کی ترسیل اور نالیوں کی صفائی کے اس بہترین نظام سے انیسویں صدی میں غفلت برتی گئی۔ بڑے چوکور کنوؤں (باولیوں) کا نظام بھی ٹوٹ گیا اور فضلے کی صفائی کا نظام بھی درہم برہم ہو گیا۔ یہ ایسے وقت ہوا جب دہلی کی آبادی مسلسل بڑھ رہی تھی۔

شکل 12- دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ کے پاس ایک باوءلی

ٹوٹی ہوئی نہریں دہلی کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پورا کرنے سے قاصر تھیں۔انیسویں صدی کے آخر تک نالیوں کا شا ہجہانی نظام ختم کر دیا گیا اور زمین کی بالائی سطح کی نالیوں کا نظام رائج کیا گیا۔ یہ سسٹم بھی جلد ہی بڑھتی ہوئی ضروریات کی وجہ سے ناکارہ ثابت ہوا اور بہت سے صاحب ثروت افراد نے سڑک پر پھیلی ہوئی بدبو اور نالیوں میں بہنے والی غلاظت کی شکایت کی۔ دہلی کی میونسپل کمیٹی نالیوں کے نظام پر کچھ بھی خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

حالاں کہ عین اسی وقت نئی دہلی میں نالیوں کے نظام پر لاکھوں روپیے خرچ کیے جا رہے تھے۔

حویلیوں کا زوال

مغلوں کا طبقہ اشرافیہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں بڑے بڑے مکانوں میں رہتا تھا جنھیں حویلی کہا جاتا تھا۔انیسویں صدی کے وسط کی ایک تصویر میں ایسی سو حویلیوں کو دکھایا گیا ہےجن کے اطراف بڑی چہار دیواریاں تھیں اور بیچ میں محلات،صحن اورفوارے تھے۔

سرگرمی

دونو جوانوں کی زندگیوں کا تصور کیجیے جن میں سے ایک کی نشو ونما ایک حویلی میں اور دوسرے کی نشو ونما ایک نوآبادیاتی بنگلے میں ہوئی ہے۔ اہل خاندان سے ان کے تعلقات میں کیا فرق ہوگا؟ آپ کس (مکان) میں رہنا پسند کریں گے؟ اپنے ہم جماعت طلبا سے گفتگو کیجیے اور اپنے انتخاب کے اسباب بتائیے۔

شکل 13- انیسویں صدی کے اواخر میں چاندنی چوک کا ایک منظر

ایک حویلی میں بہت سے خاندان رہتے تھے ایسی کسی حویلی میں ایک شاندار دروازے سے داخل ہوتے ہی آپ ایک وسیع صحن میں پہنچیں گے جس کے اطراف ملاقاتیوں اور تاجروں کی رہائش کے لیے صرف عمومی مردانہ کمرے ہوں گے۔ اندرونی صحن، برآمدے اور کمرے گھر کی خواتین کے لیے ہوں گے۔ حویلی کے کمرے گھریلو کاموں میں استعمال ہوتے تھے اور ان میں فرنیچر برائے نام رہتا تھا۔

انیسویں صدی کے وسط میں قمرالدین خاں کی حویلی کے اندر بھی بہت سے مکانات تھے، جن میں کوچوان، خیمہ انداز، مشعل بردار نیز محاسب، محرر اور شاگرد پیشہ ملازمین کی رہائش تھی۔

برطانوی قبضہ کی نئی شرائط کی وجہ سے بہت سے مغل امرا بڑا عملہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس طرح حویلیوں کی ذیلی تقسیم ہونے لگی اور انھیں فروخت کیا جانے لگا۔ اکثر سڑک کے سامنے کا حصہ دوکان یا گودام کے کام میں آنے لگا۔ کچھ حویلیوں کو ابھرتے ہوئے تاجروں نے اپنے استعمال میں لے لیا لیکن بہت سی استعمال میں نہ ہونے کی وجہ سے شکست و ریخت کا شکار ہوگئیں۔

امیر – شاہی دربار سے متعلق شخص

نوآبادیاتی بنگلہ حویلی سے بالکل مختلف تھا۔ اسے ایک خاندان کی رہائش کے لیے تعمیر کیا جاتا تھا۔ ایک منزلہ مسطح چھت کا یہ تعمیری ڈھانچہ عام طور سے ایک یا دو ایکڑ کھلی زمین پر تعمیر کیا جاتا تھا۔ اس میں الگ الگ ملاقاتی کمرے، طعام خانے، خواب گاہیں اور سامنے

شکل **14** – نئی دھلی میں ایک نو آبادیاتی بنگلہ

کی طرف یا عمارت کے تین طرف برآمدے ہوتے تھے۔ باورچی خانہ، اصطبل اور ملازمین کے کمرے، مرکزی مکان سے الگ ہٹ کر ہوا کرتے تھے۔ مکان میں درجنوں ملازمین رہا کرتے تھے۔ گھر کی عورتیں اکثر برآمدوں میں درزیوں یا دوسرے سامان فروخت کرنے والوں کی نگرانی کیا کرتی تھیں۔

شکل **15**– پرانی دھلی کی ایک گلی

میونسپلٹی پلاننگ شروع کرتی ہے

1931 کی مردم شماری نے یہ انکشاف کیا کہ پرانی دہلی کی آبادی خطرناک حد تک گھنی ہے جس میں ایک ایکڑ زمین پر 90 آدمی بستے تھے، جب کہ نئی دہلی میں آبادی کا یہ تناسب تین نفوس فی ایکڑ تھا۔

فصیل بند پرانی دہلی کی ناگفتہ بہ حالت بہر حال اس کی توسیع پر کوئی روک نہیں لگا سکی۔ چہار دیواری میں رہائش پذیر محصور لوگوں کے لیے رابرٹ کلارک نے 1888 میں ایک توسیعی پروگرام ترتیب دیا جسے لاہوری دروازہ ترقیاتی اسکیم (Lahore Gate Improvement Scheme) کا نام دیا گیا۔ اس کی بنیادی فکر یہ تھی کہ پرانے شہر کے رہنے والوں کو ایک جدید طرز کے مارکٹ اسکوائر میں بسایا جائے جس کے چاروں طرف دوکانیں ہوں۔ گلیوں کے عمودی افقی نمونہ کے طرز پر یکساں لمبائی اور چوڑائی رکھی گئی۔

© NCERT not to be republished

ہمسائیگی پیدا کرنے کے لیے زمین کو باقاعدہ رقبوں میں تقسیم کیا گیا۔ کلارک گنج جیسا کہ اس ترقیاتی اسکیم کو نام دیا گیا تھا، بہر حال نامکمل رہا، اور یہ پلان پرانے شہر کی گنجان آبادی کو کم کرنے میں بالکل ناکام رہا۔ 1912 میں بھی ان نئی بستیوں میں پانی اور نالیوں کا نظام ناقص تھا۔

دہلی اصلاحی ٹرسٹ (Delhi Improvement Trust) 1936 میں قائم ہوا اس نے مال دار ہندوستانیوں کے لیے دریا گنج جنوبی جیسے علاقے تعمیر کیے۔ پارکوں کے اطراف مکانات کی گروپ بندی کی گئی۔ خلوت کے قوانین کے مطابق مکانات کے اندرونی حصوں کی تقسیم کی گئی۔ پورے خاندان کے لیے جگہ کی مشترک حصہ داری کے بجائے اب خاندان کے ایک ایک فرد کے لیے گھر ہی میں خلوت کی جگہیں فراہم کی گئیں۔

دوسری جگہوں پر

ہربرٹ بیکر جنوبی افریقہ میں

اگر آپ شکل 16 اور شکل 17 پر نظر ڈالیں تو ان عمارتوں میں حیرت انگیز یکسانیت پائیں گے، لیکن ان دونوں عمارتوں میں براعظموں سا فاصلہ ہے۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

شکل 16

شکل 17

1890 کے آغاز میں ہربرٹ بیکر نام کا ایک برطانوی ماہر تعمیرات، کام کی تلاش میں جنوبی افریقہ پہنچا۔ یہاں اس کی ملاقات کیپ ٹاؤن کے گورنر سیسل رھوڈس سے ہوئی جس نے اس کے دل میں برطانیہ سے محبت کا جذبہ پیدا کیا اور قدیم یونان و روم کی وراثتی تعمیراتی عظمت کی جوت جگائی۔

شکل 17 جنوبی افریقہ کے شہر پریٹوریا کی یونین بلڈنگ کی ہے جس کا نقشہ بیکر نے تیار کیا تھا۔ اس میں کچھ قدیم کلاسیکی طرز تعمیر کے عناصر تھے جنھیں بعد میں بیکر نے نئی دہلی کی سکریٹریٹ کی عمارت کے پلان (نقشہ) میں شامل کیا۔ نئی دہلی کی سکریٹریٹ کی عمارت (شکل 16) کی طرح یونین بلڈنگ بھی ایک ڈھال دار پہاڑی پر واقع ہے۔ آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ طاقت کے عہدوں کے حامل اپنی بلندی سے دوسرون کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں جب کہ نیچے والے ایسا نہیں سمجھتے۔ یونین بلڈنگ اور سکریٹریٹ دونون شاہی دفاتر کے لیے بنائے گئے تھے۔

آئیے تصور کریں

تصور کیجیے کہ آپ 1700 کے شاہجہاں آباد کے ایک نوجوان باشندہ ہیں۔ اس باب میں بیان کیے گئے علاقوں کی تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے آپ زندگی کے ایک دن میں انجام دیے گئے کاموں کی تفصیل بیان کیجیے۔

دوہرائیے

1۔ بتائیے یہ صحیح ہے یا غلط:

(a) مغرب کے جدید شہر صنعت کاری کی پیداوار ہیں۔

(b) سورت اور مچھلی پٹنم کی ترقی انیسویں صدی عیسوی میں ہوئی۔

(c) بیسویں صدی میں ہندوستانیوں کی اکثریت شہروں میں رہتی تھی۔

(d) 1857 کے بعد پانچ سال تک جامع مسجد (دہلی) میں نماز نہیں ادا کرنے دی گئی۔

(e) صفائی پر نئی دہلی کے مقابلہ میں پرانی دہلی میں زیادہ روپیہ خرچ کیا گیا۔

2۔ خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

(a) گنبد کو کامیابی کے ساتھ جس عمارت میں سب سے پہلے تعمیر کیا گیا اسے __________ کہا جاتا ہے۔

(b) دو ماہر تعمیرات جنھوں نے نئی دہلی اور شاہجہاں آباد کے نقشے بنائے __________ اور __________ تھے۔

(c) انگریز زیادہ گنجان علاقوں کو __________ سمجھتے تھے۔

(d) 1888 میں ایک توسیعی پلان جس کا نام __________ تھا، تیار کیا گیا۔

3۔ نئی دہلی اور شاہجہاں آباد کے شہری نقشوں میں تین فرق بتائیے۔

4۔ مدراس جیسے شہر کے ''سفید'' علاقہ میں کون رہتا تھا؟

گفتگو کیجیے

5۔ غیر شہریانے سے کیا مراد ہے؟

6۔ دارالحکومت نہ ہونے کے باوجود برطانیہ نے دہلی کو دربار منعقد کرنے کے لیے کیوں منتخب کیا؟

7۔ برطانوی حکومت کے دور میں دہلی کے پرانے شہر میں کیسے تبدیلی آئی؟

8۔ تقسیم (ملک) نے دہلی کی زندگی پر کیا اثرات ڈالے؟

© NCERT not to be republished

کر کے دیکھیے

9۔ آپ اپنے رہائشی قصبے یا کسی دوسرے نزدیکی قصبے کی تاریخ کا پتہ لگائیے۔

10۔ آپ جس شہر، قصبہ یا گاؤں میں مقیم ہیں وہاں کے کم سے کم دس پیشوں کی فہرست تیار کیجیے اور پتہ لگائیے کہ ان کا وجود کب سے ہے۔ اس علاقہ کی تبدیلیاں آپ کو کیا بتاتی ہیں؟

© NCERT not to be republished

نوٹ

© NCERT
not to be republished